الحمد لله رب العالمين و أشهد ألا اله الا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله ' وبعد :

لغوی طور پر زکاۃ میں دومفہوم پایا جاتا ہے: (۱) پاکیزگی اور (۲) اضافہ یعنی بڑھوتری' پہلے مفہوم کے مطابق زکاۃ سے انسان کا مال پاک ہوتا ہے ساتھ ہی نفس بھی حرص وطمع اور بخل وکنجوسی سے پاک ہوتا ہے' ارشاد ربانی ہے: ﴿**خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاَتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ**﴾ (التوبۃ: ۱۰۳)

یعنی: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیں جس سے آپ ان کو پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور ان کے لئے دعاء کریں' یقیناً آپ کی دعاء ان کے لئے سکون کا باعث ہے اور اللہ خوب سننے جاننے والا ہے''۔

دوسرے مفہوم کے مطابق زکاۃ ادا کرنے سے نہ صرف مال میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اجر وثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ**﴾ (الروم: ۳۹)

یعنی: جو تم اللہ کی خوشنودی کے لئے زکاۃ دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے (**ما نقصت صدقة من مال' وما زاد الله عبدا بعفو الا عزا ' وما تواضع أحد لله الا رفعه الله**) (صحیح مسلم)

ترجمہ: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے' اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا کرتا ہے''۔

شرعی اصطلاح میں زکاۃ: اللہ کا وہ حق ہے جو خاص مال میں مقررہ نصاب کو پہنچنے کے بعد، متعین لوگوں کے لئے سال میں ایک بار ادا کیا جاتا ہے۔

زکاۃ کا مقام اور اس کا حکم:

زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کی رکنیت قرآن مجید، سنت مطہرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے' اللہ نے قرآن مجید کی بہت ساری آیات میں صلاۃ اور زکاۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے' یعنی صلاۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ زکاۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، صلاۃ قائم کرنا' زکاۃ دینا، رمضان کے صوم (روزے) رکھنا، اور استطاعت پر بیت اللہ کا حج کرنا''۔ [بخاری ومسلم] اس کی رکنیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

زکاۃ ہر صاحب نصاب مسلمان پر مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا غیر عاقل سال میں ایک بار فرض ہے' زکاۃ کے لئے دیگر عبادات کی طرح نہ بلوغت شرط ہے نہ ہی عقل' بچہ اگر مالدار ہے تو اس پر بھی زکاۃ فرض ہے اسی طرح مجنون اگر مالدار ہے تو اس پر بھی زکاۃ فرض ہے' موت سے بھی زکاۃ کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا' جس فرد کے ذمہ زکاۃ واجب ہوا اور وہ زکاۃ ادا کئے بغیر وفات پا جائے، تو اس کے ترکہ سے وراثت تقسیم ہونے سے پہلے زکاۃ ادا کی جائے گی کیونکہ زکاۃ جہاں اللہ کا حق ہے وہیں بندوں کا بھی حق ہے' جب تک زکاۃ نہیں دی جائے گی بندوں کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

زکاۃ نہ دینے والوں کے لئے قرآن وسنت میں سخت وعید آئی ہوئی ہے اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ **وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ' يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ**﴾ (التوبۃ: 34-35)

یعنی: ''جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے جس دن اس خزانے کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں' پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا اس کا مزہ چکھو''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **(مامن صاحب ذهب ولافضة لايؤدي منها حقها ،الااذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار، يحميٰ عليها في نار جهنم ،فيكوىٰ بها جنبيه وجبينه وظهره كلما بردت أعيدت له في يوم كان مقداره خمسين الف سنة حتىٰ يقضىٰ بين العباد)** [مسلم]

ترجمہ:''سونے اور چاندی کا جو مالک اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا،تو قیامت کے دن اس کے مال سے آگ کی تختیاں بنائیں جائیں گی ،جن سے اس کے دونوں پہلوؤں کو، پیشانی کو اور کمر کو داغا جائے گا' جب جب وہ ٹھنڈی ہوں گی دوبارہ تپادیا جائے گا' یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا،اور لوگوں کے درمیان فیصلے ہوجانے تک اس کا یہی حال رہے گا''۔

زکاۃ فرض ہونے کی شرائط:

۱/ مسلمان کا ہونا: کافر اور مرتد پر زکاۃ فرض نہیں اور نہ ہی اس سے قبول ہوتی ہے۔

۲/ مال کا نصاب تک پہنچنا :یعنی شریعت کی جو مقررہ مقدار ہے اتنا یا اس سے زیادہ مال ہو،اور یہ نصاب ہر مال کے لحاظ سے مختلف ہے۔

۳/ مال پر مکمل ملکیت کا ہونا: اسی مال کی زکاۃ ہوتی ہے جس پر زکاۃ دینے والے کو مکمل ملکیت حاصل ہو، یا کم از کم اس کے حصول پر جب چاہے قادر ہو۔

۴/ سال کا گذرنا: اسے حولان حول کہا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ مال کا نصاب تک پہنچنے کے بعد اس پر سال یا سال کے اکثر وبیشتر حصہ کا گزرنا' البتہ اس اصل مال کے ساتھ دوران سال مال میں جو اضافہ ہوتا رہتا ہے اس پر سال کا گزرنا مقصود نہیں ہے' وہ اضافہ چونکہ اصل مال ہی کے جنس سے ہے' اس لئے وہ اسی کے تابع مانا جائے گا' جیسے جانوروں میں زکاۃ دیتے وقت دوران سال پیدا ہونے والے یا خریدے جانے والے تمام جانور شمار کئے جاتے ہیں' ان کی عمریں نہیں پوچھی جاتیں صرف سر گنے جاتے ہیں' جبکہ ان میں بہت سارے جانور ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر ایک سال کا عرصہ نہیں گزرا ہوتا ہے' اس میں دودھ پینے والے بچے بھی ہوتے ہیں یہ سب کے سب اصل یعنی ماؤں کے تابع ہوتے ہیں یہ اور بات ہے کہ زکاۃ میں حمل والے' دودھ پینے اور پلانے والے جانور نہیں لئے جاتے البتہ اعتبار سب کا کیا جاتا ہے' تو جس طرح ہر جانور پر سال کا گزرنا مقصود نہیں ہے جبکہ ان میں بھی حولان حول شرط ہے' اسی طرح مال تجارت میں بھی ہر پیسہ پر سال کا گزرنا مقصود نہیں ہے' دور رسالت سے لے کر آج تک زکاۃ کی وصولی کے وقت آدمی سے کبھی نہیں پوچھا جاتا کہ تمہارے پاس جو مال ہے اس پر سال کا عرصہ گزرا ہے یا نہیں' وہ مال خواہ جانور کی شکل میں ہو یا سونے چاندی یا کرنسیوں کی شکل میں ہو' اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی ائمہ کرام نے جیسے امام ابن المنذر' امام بغوی امام کا سانی' امام ابن قدامہ' امام قرطبی اور امام عینی رحمہم اللہ نے اجماع نقل کیا ہے' یہاں صرف امام ابن المنذر رحمہ اللہ کا قول نقل کیا جارہا ہے:

''أجمع أهل العلم أن الرجل اذا كان عنده نصاب ويكون المستفاد من نمائه كربح مال تجارة أو نتاج السائمة يجب ضمه الى ما عنده من أصله فيعتبر حولا بحوله .'' (الإشراف ۳/۵۳)

اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی صاحب نصاب ہو اور اسی مال سے اس کو فائدہ ملا ہو جیسے مال تجارت میں فائدہ ہوا یا جانوروں نے بچے دیئے تو ان سب کو اس کے پاس موجود (اصل مال) میں ضم کرنا واجب ہے اور اصل مال کے سال کے ساتھ اس کے سال کا اعتبار کیا جائے گا۔

اس طرح بھی سوچیں کہ اگر ہر پیسہ پر سال کا گزرنا مقصود ہوتا تو پھر مالک نصاب کو ایک سال میں یا تو ہر ماہ زکاۃ دینی پڑتی یا کئی بار' پھر ہر ماہ کا حساب رکھنا کہ کس ماہ میں کتنی رقم تھی؟ کس ماہ میں کم' اور کس ماہ میں زیادہ ہوئی؟ یہ اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔

ہاں اگر فائدہ کا تعلق اصل مال سے نہیں ہے بلکہ اس کا الگ اور مستقل سبب ہے تو اصل مال کے تابع نہیں ہوگا جب اس پر سال گزرے گا تب اس کی زکاۃ دی جائے گی جیسے کسی کو وراثت میں مال ملا اور وہ نصاب تک پہونچا ہوا ہے تو ایسی صورت میں جب اس پر سال پورا ہوگا تب اس کی زکاۃ دی جائے گی۔

یہاں یہ واضح رہے کہ سال کی شرط جانور' سونے چاندی اسی طرح تجارتی اموال کے لئے ہے' زمینی پیداوار کے لئے سال کی شرط نہیں ہے' زمین سے جتنی بار پیداوار ہوگی اتنی بار زکاۃ دی جائے گی بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

چار طرح کے اموال میں زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

نمبرایک: مویشی یعنی جانور،ان پرزکاۃ کی دوشرطیں ہیں:

۱/ وہ پورے سال یا سال کا اکثر وبیشتر حصہ چراگاہوں میں جاکر چرنے والے ہوں، یعنی وہ فارم کے جانور نہ ہوں جنھیں فارم ہی میں خوراک مہیا کی جاتی ہے، اور وہ باہر چرنے کے لئے نہیں جاتے۔

۲/ دودھ پینے یا گوشت کھانے یا افزائش نسل کے لئے ہوں، اگران کے پالنے کا مقصد تجارت ہو جیسے فارم والوں کا ہوتا ہے تو ان کا شمار اموال تجارت میں ہوگا، یعنی وہ جانور کی شکل میں نہیں بلکہ ڈھائی فیصد کے لحاظ سے پیسہ کی شکل میں زکاۃ دیں گے اور اگر ذاتی استعمال، کھیتی باڑی، کنوئیں سے پانی نکالنے، اور دوسری ضروریات کے کاموں کے لئے ہیں تو ان پر زکاۃ نہیں ہے۔

اونٹ میں پانچ سے کم، گائے بھینس میں تیس سے کم اور بھیڑ بکری میں ۴۰ سے کم پر زکاۃ نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے کتابوں کی طرف رجوع کریں!

نمبردو: زرعی پیداوار میں زکاۃ:

ہر پیداوار پر زکاۃ نہیں ہے بلکہ اس کا ایک نصاب ہے اور وہ پانچ وسق ہے، ایک وسق ساٹھ (60) صاع ہوتا ہے، اس طرح پانچ وسق تین سو (300) صاع ہوا، عصرِ حاضر کے حساب سے پانچ وسق (750 -725) کلوگرام کے درمیان ہوتا ہے، جس کے پاس اس سے کم پیداوار ہو اس پر زکاۃ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : (**ليس فيما أقل من خمسة أوسق صدقة**) (بخاری) یعنی پانچ وسق سے کم پر زکاۃ نہیں ہے۔

جو فصل بارش کے پانی سے سیراب ہوا اور نصاب کو پہونچ جائے تو اس میں دسواں حصہ یعنی ہر سوکلو میں دس کلو اور جو مصنوعی ذرائع سے سیراب ہوا اور نصاب کو پہونچ جائے اس میں بیسواں حصہ یعنی ہر سوکلو میں ۵ کلو زکاۃ میں نکالا جائے گا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: (**فيماسقت السماء العشر ، وفيماسقى بالنضح نصف العشر**) [صحیح بخاری]

ترجمہ: ''جو فصل بارش کے پانی سے سیراب ہو اس میں دسواں حصہ (10%) ، اور جو فصل کنویں سے سیراب کی جائے اس میں بیسواں حصہ (5 %) نکالا جائے گا''۔

زکاۃ کا نصاب اگر ایک جنس کے غلہ سے پورا نہ ہو تو ان میں زکاۃ نہیں ہوگی، الا یہ کہ سارے غلے ایک جنس کے ہوں پھر اس کی مختلف قسمیں ہو جیسے کھجور ہے تو اس کی جملہ اقسام اکٹھی کی جائے گی اکٹھی کرنے کے بعد جب نصاب پورا ہو جائے تو اوسط قسم سے زکاۃ دی جائے گی، دیگر پیداوار کی بھی یہی مثال ہے، جیسے گیہوں، جو، مٹر، چاول سب الگ الگ جنس ہیں ان کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا، ہاں ایک جنس کی مختلف اقسام کو اکٹھا کیا جائے گا، جیسے چاول اس کی تمام اقسام کو اکٹھا کیا جائے گا پھر اس کے بعد اوسط قسم کے چاول کو زکاۃ میں نکالا جائے گا، کسی کے پاس عمدہ قسم کا چاول یا کھجور یا اور کوئی غلہ ہے لیکن وہ زکاۃ میں ردی قسم کا غلہ نکالے تو یہ جائز نہیں ہے ہاں ردی کے بدلے عمدہ قسم کی زکاۃ دینا بہتر ہے اس میں اجر زیادہ ہے۔ اناج اور پھل دونوں دو مختلف اجناس ہیں، انہیں اکٹھا نہیں کیا جائے گا۔

کھیت کرایہ پر لینے والا اگر اس میں کاشت کرتا ہے تو وہی زکاۃ ادا کرے گا، کھیت کے مالک پر زکاۃ نہیں ہے کیونکہ زکاۃ فصل پر ہے کھیت پر نہیں۔

فصل کا مالک اپنے کھیت سے کٹائی سے پہلے جو کھالیا اس کا حساب نہیں کیا جائے گا، کٹائی اور صفائی کے بعد زکاۃ ہوتی ہے۔

ساگ سبزی، شہد اسی طرح سمندری اشیاء جیسے موتی، مرجان، عنبر اور مچھلی وغیرہ پر زکاۃ نہیں ہے، الا یہ کہ ان کی تجارت کی جارہی ہو تو ان کا شمار اموال تجارت میں ہوگا، پھر نصاب پہنچنے کے بعد ڈھائی فیصد زکاۃ واجب ہوگی۔

رکاز یعنی دفن شدہ خزانے چونکہ اس میں محنت نہیں ہے اس لئے اس میں 20 فیصد ادا کرنا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (**وفي الركاز الخمس**) یعنی: ''دفن شدہ خزانے میں خمس یعنی پانچواں حصہ (بیس فیصد) ہے۔'' [بخاری ومسلم]

ایسے مال کے پانچ برابر برابر حصے کئے جائیں گے'جس میں سے ایک حصہ نکال کر بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور باقی تمام حصوں کا مالک وہ شخص ہوگا جسے یہ خزانہ ملا ہوگا'اگر بیت المال نہیں ہے تو اتنا حصہ غریبوں کو دیدے'رکاز کے مال میں زکاۃ نہیں بلکہ خمس ہے'اس کے لئے نصاب اور سال گذرنا شرط نہیں ہے'اس کی حیثیت اموالِ غنیمت کی ہے۔

نمبر تین: نقدین(سونا اور چاندی)میں زکاۃ کا حکم:

سونے کا نصاب بیس(20)مثقال ہے،عصر حاضر میں اس کا وزن پچاسی(85)گرام یا ساڑھے سات تولہ بنتا ہے۔

چاندی میں زکاۃ کا نصاب پانچ(5)اوقیہ ہے،جو دوسو(200)درہم کے برابر ہوتا ہے،موجودہ زمانہ کے مطابق ساڑھے باون تولہ بنتا ہے،رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:(ليس فيما دون خمس أواق صدقة)''پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر زکاۃ واجب نہیں''۔[بخاری ومسلم]

دونوں میں شرح زکاۃ ڈھائی فیصد ہے۔

سونے اور چاندی کے زیورات میں زکاۃ کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف معروف ومشہور ہے،لیکن راجح قول یہی ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب ہے دونوں سونا اور چاندی ہی ہیں'جیسے سونے اور چاندی سے بنے دینار ودراہم اور سکوں پر زکاۃ ہے ٹھیک اسی طرح سونے اور چاندی سے بنے زیورات پر بھی زکاۃ ہے'دونوں کو نقدین کہا جاتا ہے یعنی دونوں کو جب چاہیں کیش کرا سکتے ہیں۔

کرنسیوں میں زکاۃ کا نصاب:

عصرِ حاضر میں جو دھات کے سکے یا کاغذی کرنسیاں ہیں ان سب کی بنیاد یا تو سونا ہے یا چاندی،لہذا ان کا نصاب سونے چاندی کا نصاب ہے جب وہ سونا یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جائیں تو زکاۃ واجب ہوتی ہے'اگر کسی کے پاس کرنسیاں ہوں،اور کچھ سونا و چاندی ہو اور دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کرنسی ملانے سے اگر مال نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوجائے گی'لیکن یہ معلوم رہے کہ سونا اور چاندی کو ایک ساتھ نہیں ملایا جائے گا کیونکہ دونوں الگ الگ جنس اور دھات ہیں اور دونوں کا نصاب بھی مختلف ہے'چاندی کے حساب سے نکالنے میں غریبوں کے ساتھ زیادہ ہمدردی ہے اور یہی افضل بھی ہے البتہ اگر کوئی چاندی کے بجائے سونے کے حساب سے زکاۃ نکالتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے'شریعت کی طرف سے دونوں نصاب مقرر کئے گئے ہیں'چاندی کے حساب سے زکاۃ دینے میں جب تک سونے کے نصاب تک مال نہ پہونچ جائے فرق پڑے گا'اس لئے کہ چاندی سستی ہے اس کا اعتبار کرنے میں زکاۃ پہلے واجب ہوجاتی ہے'البتہ سونے کے نصاب تک پہونچ جانے کے بعد یا جس کے پاس بہت مال ہو آپ کسی کا بھی اعتبار کریں کوئی فرق نہیں پڑے گا'زکاۃ کی مقدار برابر رہے گی'یاد رہے زکاۃ آمدنی وکمائی پر نہیں بلکہ بچت پر ہوتی ہے'ایک آدمی ہر ماہ خوب پیسے کماتا ہے لیکن اس کی ضروریات زیادہ ہیں'کھانے پینے'تعلیم وعلاج پر سارا پیسہ خرچ ہوجاتا ہے بچت نہیں ہو پاتی تو اس پر زکاۃ نہیں ہے۔

نمبر۴-سامان تجارت میں زکاۃ کا حکم:

اس سے مراد وہ سامان ہے جو خرید وفروخت کے لئے ہو جیسے لباس،بلڈنگ مٹریلس،گھریلو ساز وسامان،جنرل سٹورز'کمپیوٹرز'فریز'گاڑی وغیرہ' تجارتی اموال کا نصاب وہی ہے جو سونے چاندی کا ہے'زیورات کے علاوہ ذاتی استعمال کی تمام چیزوں پر زکاۃ نہیں ہوتی ہے۔

سامانِ تجارت سے زکاۃ نکالنے کا طریقہ کار:

تجارت کے سامان جب سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر سال میں ایک بار زکاۃ واجب ہوتی ہے تمام سامان کے موجودہ قیمت فروخت کا حساب کیا جائے گا'اس کے علاوہ جو کیش ہوگا اس کو بھی شمار کیا جائے گا'اور ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکاۃ نکال دی جائے گی جو چیزیں سامان تجارت کی حفاظت کے لئے ہوں ان پر زکاۃ نہیں ہے'جیسے فریز'الماریاں یا حساب وکتاب کے لئے کمپیوٹر وغیرہ'جو مکانات'گاڑیاں اور مشین وغیرہ کرایہ پر دینے کے لئے ہیں ان کی

اصل پر زکاۃ نہیں کرایہ پر زکاۃ ہے جب وہ اکیلے نصاب کو پہنچ جائے یا دوسرے مالوں کے ساتھ ملانے سے نصاب کو پہونچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

قرض پر زکاۃ کا حکم؟

اس کی دوصورت ہے: (۱) اگر قرض ملنے کی پوری امید ہے، تو اسے موجود نقدی میں شامل کیا جائے گا اگر نصاب کو پہنچ جائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔

(۲) اگر قرض ملنے کی امید نہیں ہے' یعنی مقروض کا دیوالیہ ہوگیا ہے یا وہ قرض کا سرے سے انکار کررہا ہے تو ایسی صورت میں ہر سال زکاۃ نہیں ہے جب مقروض ادا کرے گا اس سال کی زکاۃ دی جائے گی، چاہے اس پر کئی سال گزر چکے ہوں' یہ بھی واضح رہے کہ قرض کو زکاۃ میں وضع نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ دیتے وقت قرض کی نیت تھی نہ کہ زکاۃ کی اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے جیسے کوئی دو رکعت سنت کی نیت سے پڑھے اور بعد میں کہے کہ میں نے فرض ادا کرلی تو فرض ادا نہیں ہوگا' ساتھ ہی قرض میں پھنسی ہوئی رقم نکالنے کا ایک حیلہ بہانہ ہوگا جو جائز نہیں ہے' اور پھر قرض کو وضع کرنے کی صورت میں زکاۃ دینے والے کا خود کا فائدہ ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہاں یہ صورت جائز ہے کہ اگر مقروض یقینی طور پر زکاۃ کا مستحق ہے تو صاحب قرض اپنی زکاۃ میں سے بلا کسی شرط اور اتفاق کے اسے زکاۃ دیدے اب اگر وہ اپنی طرف سے اس کے پورے قرض کو یا اس میں سے کچھ واپس کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن اگر وہ اس شرط کے ساتھ اسے زکاۃ دیتا ہے کہ تم میرا قرض واپس کردوگے تو جائز نہیں ہے اس سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی' اگر کسی کے ذمہ قرض ہوتو وہ پہلے قرض ادا کرے اس کے بعد اگر مال نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کی زکاۃ ادا کرے۔

کرنسیوں میں زکاۃ نکالنے کا آسان طریقہ:

کرنسیوں میں زکاۃ نکالنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے پاس موجود تمام بینک بیلنس کا حساب کرے' اس میں کچھ پیسے ایسے ہوں گے جن پر سال کا عرصہ گزرا ہوگا کچھ ایسے ہوں گے جن پر چند ماہ ہی کا عرصہ گزرا ہوگا' سب کو شمار کرے' اگر کسی کو قرض دیا ہے اور ملنے کی امید ہے تو اس کو بھی شمار کرے' اگر اس پر قرض ہے اور اس کے دینے کا وقت بھی آگیا ہے تو قرض کو پہلے ادا کردے' اگر قرض ادا نہیں کیا یا اس کی ادائیگی کا وقت نہیں آیا ہے تو اسے زکاۃ میں شمار کیا جائے گا' اسی طرح اگر اس کے پاس تجارتی اموال ہیں ان کا بھی حساب کرے اور ہر مال کی بروقت قیمت فروخت نکالے سب کرنے کے بعد مال نصاب کو پہونچ جائے تو ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکاۃ نکال دے' زکاۃ نکالتے وقت نصاب کا مال بھی شامل کیا جائے گا' نصاب کا مال چھوڑ کر جو مال نصاب سے زیادہ ہے صرف اس کی زکاۃ نکالنا یہ جائز نہیں ہے' جب تک انسان کے پاس مال نصاب تک پہونچا رہے گا تب تک ہر سال اس مال کی زکاۃ دینی پڑے ہوگی۔

زکاۃ کے کچھ عمومی مسائل

۱/ مستحق رشتہ داروں کو زکاۃ دینے میں دوہرا اجر ہے ایک صلہ رحمی کا دوسرا صدقہ کا' جن افراد کا نان ونفقہ آدمی کے ذمہ ہے ان کو زکاۃ دینا جائز نہیں جیسے والدین، اولاد' بیوی اور وہ بھائی بہن جو غیر شادی شدہ ہیں اور ان کا کھانا پینا ساتھ میں ہوتا ہے' آدمی ان کو اپنی زکاۃ نہیں دے سکتا ہے۔

۲/ اگر کوئی اپنی پوری زکاۃ مذکورہ آٹھ مصارف میں سے کسی ایک مد میں دیدے تو جائز ہے، البتہ ان میں اہم اور زیادہ ضرورت مند کون ہے اس کو مقدم کریں، ہاں اگر زکاۃ کا مال بہت زیادہ ہے اور جملہ مصارف میں تقسیم ہوسکتا ہے تو ہر مد میں تقسیم کرے یہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

۳/ زکاۃ دینے والے کو چاہئے کہ جس کو وہ زکاۃ دے رہا ہے خوب اچھی طرح دیکھ لے تحقیق کرلے کہ وہ اس کا مستحق ہے یا نہیں۔

۴/ زکاۃ فرض ہوجائے تو دوسال کی زکاۃ سال مکمل ہونے سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے دوسالوں کی زکاۃ پہلے ایک ساتھ لے لی''۔[ابوداود، وأحمد]۔

۵/ زکاۃ کی ادائیگی نیت کے بغیر نہیں ہوتی، اگر نیت کے بغیر کسی کو دے دیا تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی، رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: (**انما الأعمال بالنیات، وانمالکل امریء مانوی**) ''جملہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر انسان کے لئے وہ ہے جو وہ نیت کرے''۔[بخاری ومسلم]

۶/ زکاۃ دینے والے پرفرض ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی وخوشنودی کی خاطر زکاۃ دے، اوراس کوغنیمت جانتے ہوئے خوشی سے ادا کرے ،اسے ٹیکس یا جرمانہ نہ سمجھے۔

۷/ جو مستحق ہےاورزکاۃ لیتاہےتواس کو یہ بتانے کی قطعاضرورت نہیں ہے کہ یہ زکاۃ کا مال ہے،تاکہ وہ برانہ مانے اوراس کی دل شکنی نہ ہو ۔

۸/ اصل یہی ہے کہ ایک شہر کی زکاۃ دوسرے شہر منتقل نہ کی جائے ، بلکہ اسی شہر کے فقراء اورمحتاجوں میں تقسیم کی جائے۔البتہ دوسرے شہر میں اگرزیادہ ضرورت مند ہوں یااس کے قریبی رشتہ دار ہوں توایک شہر سے دوسرے شہرزکاۃ منتقل کی جاسکتی ہے۔

۹/ زکاۃ فرض ہوجائے اوراس کی ادائیگی بھی ممکن ہوتو مقررہ وقت سے تاخیر جائزنہیں بلکہ بروقت ادا کرنی چاہئے ،الایہ کہ مال موقعہ پرموجود نہ ہو،یا زکاۃ کے مستحقین نہ ملیں تو معمولی تاخیر پرکوئی حرج نہیں ہے۔

۱۰/ نبی ﷺ کے آل کوان کےخصوصی شرف ومقام کی وجہ سے زکاۃ ادانہیں کی جاسکتی' گرچہ وہ فقیر ومسکین ہی کیوں نہ ہوں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:(**ان الصدقه لاتنبغی لآلِ محمد ﷺ انماھی أوساخ الناس**)ترجمہ : ' زکاۃ آل محمد ﷺ کے لئے جائزنہیں ،کیونکہ یہ لوگوں (کے مالوں) کی میل ہے'۔[مسلم] یہ اس صورت میں ہے جب حکومت کی طرف سے باقاعدہ ان کےتعاون کے لئے انتظام ہو یالوگ انہیں عطیات اور تحفے تحائف دیتے ہوں' اگرحکومت کی طرف سےان کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے توانہیں زکاۃ دیجاسکتی ہے'یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے ملکوں میں جواپنے آپ کوسید لکھتے ہیں ان میں اکثریت ایسےلوگوں کی ہے جنہوں نے جھوٹ اوردنیاوی غرض وغایت کے پیش نظراپنی نسبت خاندان رسول ﷺ کی طرف کررکھی ہے۔واللہ المستعان۔

زکاۃ کےمصارف کا بیان :

زکاۃ کے اہم احکام میں سے ایک شرعی مصارف کا جاننا ہے،تاکہ زکاۃ حقیقی مستحقین تک پہنچ سکے،اورادا کرنے والے کی ذمہ داری اداہوجائے ،زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں، جواللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم قرآن مجید میں ذکر کئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿**إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ**﴾[سورۃ التوبۃ آیۃ:۶۰]

یعنی:''صدقے (زکاۃ) فقیروں کے لئے ،مسکینوں کے لئے ،اس کی وصولی کرنے والوں کے لئے ،جن کے دلوں کی تالیف مطلوب ہوان کے لئے ہیں،غلاموں کوآزاد کرانے میں،قرض داروں کے لئے ،اللہ کی راہ میں،اورمسافروں کے لئے ہیں ،یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہے،اوراللہ علم وحکمت والا ہے''۔

زکاۃ کے جملہ مصارف اوران کی وضاحت:

(۱) الفقراء:اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو یا صرف دوچار وقت کی خوراک ہو'یعنی جوزیادہ ضرورت مند ہوں۔

(۲)المساکین: وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس کچھ مال تو ہولیکن اتنانہیں جس سے وہ اپنے اہل وعیال کی تمام بنیادی ضروریات پوری کرسکیں'یعنی فقیر کے بالمقابل اس کی حالت قدرے بہتر ہوتی ہے'ویسے یہ دونوں اصطلاح جب الگ الگ استعمال ہوں تو دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور جب ایک ساتھ آئیں تو دونوں کے معنی میں فرق ہوتا ہے'ایسی صورت میں کسی نے فقیرکوزیادہ ضرورت مندقراردیاہےاوریہی صحیح ہے توکسی نے مسکین کوزیادہ ضرورت مندقراردیاہے'بہرحال ہرمعاملہ میں دونوں کےاحکام ایک ہی ہیں۔

فقراءومساکین کوزکاۃ کی رقم دینے کے بجائے اس سے راشن یا کپڑے وغیرہ دینا جائزنہیں ہے'انہیں رقم ہی دی جائے گی پھروہ اپنی ضرورت کے لحاظ سے جہاں چاہیں خرچ کرسکتے ہیں' کیونکہ وہی اس پیسہ کے مالک ہیں زکاۃ دینے والا اس کا مالک نہیں ہے اورپھرزکاۃ لینے والے اپنی ضرورت زیادہ جانتے ہیں' ہوسکتا ہے ان کے پاس غلہ ہو'اورانہیں علاج ومعالجہ کے لئے غلہ سے زیادہ پیسہ کی ضرورت ہو'ہاں اگرزکاۃ غلہ کی شکل میں ہے توغلہ دیا جائے گا۔

(۳) العاملین علیھا: زکاۃ وصول کرنے والے، یا زکاۃ کے نگراں ومنتظم' ایسے لوگ زکاۃ کی مد سے معاوضہ لے سکتے ہیں خواہ غنی ہی کیوں نہ ہوں ہاں اگر کسی کو الگ سے اسی کام کی تنخواہ ملتی ہے تو اس صورت میں ایسے شخص کے لئے زکاۃ سے دینا یا لینا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ مستحق زکاۃ بھی ہو' تو ایسی صورت میں محنت کا معاوضہ بھی لے گا اور ساتھ ہی چونکہ مستحق زکاۃ ہے تو زکاۃ سے بھی اس کی مدد کی جائے گی۔

(۴) المؤلفۃ قلوبھم: جن کے دلوں کی تالیف مطلوب ہو، اس سے تین قسم کے لوگ مراد ہیں (۱) نیا مسلمان جو اسلام پر مکمل طور پر پختہ نہ ہوا ایسے شخص کی دلجوئی کے لئے زکاۃ دی جائے گی تا کہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائے۔ (۲) غیر مسلم جو اسلام کی رغبت رکھتا ہو، اگر اسے زکاۃ دے دیجائے تو قوی امید ہے کہ وہ دین اسلام قبول کرلے گا تو ایسے شخص کو زکاۃ دینا جائز ہے۔ (۳) غیر مسلم جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے مسلمان پریشان رہتے ہوں اس کو اگر کچھ دے دیا جائے تو قوی امید ہے کہ مسلمانوں کو گزند نہیں پہنچائے گا تو اسے بھی زکاۃ دے سکتے ہیں۔

(۵) الرقاب: غلاموں کے آزاد کرنے میں' اس مصرف میں بھی تین قسم کے لوگ شامل ہیں ۱/ مسلمان غلام جنہیں زکاۃ کے مال سے خرید کر آزاد کردیا جائے گا۔ ۲/ مکاتب یعنی وہ غلام جس نے اپنے مالک سے مخصوص رقم کے عوض آزادی حاصل کرنے کا تحریری معاہدہ کررکھا ہو تو اس کے معاہدہ کے مطابق زکاۃ سے اقساط اس کے مالک کو ادا کی جائیں گی تا کہ وہ آزاد ہو جائے' یہ دونوں صورتیں اس وقت نہیں پائی جاتی ہیں۔ ۳/ وہ بے گناہ و بے قصور مسلمان جو جیلوں میں بند ہیں ان کی رہائی کے لئے بھی زکاۃ دینا جائز ہے' بلکہ سود بھی بلا کسی تردد کے دینا جائز ہے۔ جس کے پاس سود ہوا سے ضرور دینا چاہئے۔

(۶) الغارمین: قرضدار اس کی دو قسمیں ہیں:

أ- غارم لغیرہ: ایسا قرض دار جو دوسروں کے درمیان اصلاح کی غرض سے لوگوں سے قرض لیتا ہے۔

ب- غارم لنفسہ: وہ قرض دار جو اپنی واجبی وجائز ضروریات پوری کرنے کے لئے مقروض ہو گیا ہو، تو قرض کی ادائیگی میں زکاۃ سے مدد کی جائے گی۔

(۷) فی سبیل اللہ: اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ عام ہے جو ہر اس راستہ کو شامل ہے جہاں اللہ کے دین کا علم حاصل کیا جاتا ہو اور دین کی سربلندی یا اس کی نشر واشاعت ہوتی ہو؟ یا صرف جہاد کا راستہ مراد ہے؟ اس کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ آیۃ سے عموم مراد نہیں ہے' ورنہ دیگر مصارف کے بیان کا کوئی مقصد ہی نہیں رہ جائے گا کیونکہ ہر مصرف اللہ ہی کا راستہ ہے لہذا اس سے مراد جہاد کا ہی راستہ ہے اس وضاحت کے بعد ایک بڑا سوال یہاں یہ ہوتا ہے کہ کیا مدارس دینیہ کو زکاۃ دی جاسکتی ہے؟ خاص طور سے جو غیر اسلامی ممالک میں رہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ متاخرین علماء نے آیۃ کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ مدارس دینیہ اسی طرح دعوتی مراکز اس میں داخل ہیں یہ قول گرچہ صحیح نہیں ہے لیکن جو آج کے حالات ہیں ان میں اگر مدارس کو زکاۃ نہیں دی جائے گی تو بند ہو جائیں گے جس سے اسلام کا بہت بڑا نقصان ہوگا' بلکہ اسلام خطرے میں پڑ جائے گا' دینی مدارس' اسلام کے قلعے ہیں ان کے ذریعہ دین کی حفاظت ہو رہی ہے اور پھر وہاں ایسے لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں جو اپنے آپ کو علم کے لئے فارغ کر کے رکھتے ہیں' ساتھ ہی وہاں اکثر تو ایسے بچے پڑھتے ہیں جو زکاۃ کے بلاشبہ مستحق ہوتے ہیں' لہذا ضرورت اور حالات کے پیش نظر مدارس اسلامیہ کو زکاۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسلام کا قاعدہ ہے الـضـرورات تبيح المحذورات' یعنی ضرورتیں حرام چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں' جیسے ووٹ دینا' سودی بینکوں میں پیسہ رکھنا' وغیرہ ضرورت کے تحت جائز ہے اسی طرح مدارس اسلامیہ کو ضرورت ومجبوری ہی میں سہی زکاۃ دینا جائز ہے' کوئی حرج نہیں ہے ان شاء اللہ' البتہ یہ واضح کردوں کہ مدارس اسلامیہ سے میری مراد وہ مدارس ہیں جہاں سلف صالحین کے عقیدہ وفہم کے مطابق کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۸) ابن السبیل (مسافر) دورانِ سفر خرچہ ختم ہو گیا یا لوٹ لیا گیا تو اس کے لئے گھر پہنچنے تک کا خرچ زکاۃ میں سے لینا جائز ہے خواہ وہ غنی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ زکاۃ کے کچھ اہم مسائل تھے جو یہاں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالی ہمیں دین کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق دے آمین۔